ساقی ہوا وہان ہوشیاری غائب ہوگئی ۔ دونون معنون کا حاصل ایک ہے اور بلحاظ ان معنون کے (تو) حرف رابط ہوگا ۔ اور اس شعر مین (تو) ضمیر واحد حاضر بھی صحیح ہے یعنے اے معشوق جہان تو ساقی ہوا اور جس جگہہ تو ساقی گری کرے الخ ۔

عشرت قطرہ ہے دریا مین فنا ہو جانا	درد کا حد سے گذرنا ہے دوا ہو جانا

اس شعر مین علم تصوف کا مشہور مسئلہ باندھا ہے ۔ کہ راحت فنا فی اللہ ہو جانے مین ہے قطرہ تمثیل انسان اور دریا تمثیل ذات باری تعالی ہے ۔ جب درد اپنی حد سے گذر گیا تو دوا کارگر اور موثر نہوی اور جب دوا موثر نہوی تو مریض ہلاک ہوگیا ۔ اب قائل نے ہلاک ہو جانے کو دوا ہو جانا قرار دیا ہے کیونکہ مریض کا مقصود تو ہلاکی تھا نہ صحت و تندرستی ۔ اور مریض فنا کو شفا اسوجہ سے خیال کرتا ہے کہ فنا فی اللہ کا درجہ اسکو حاصل ہوتا ہے ۔ جو اسکا عین مطلوب ہے حاصل یہہ کہ عشرت انسان کی فنا فی اللہ ہو جانے مین ہے ۔

تجہسے قسمت مین مری صورت قفل ابجد	تھا لکھا بات کے بنتے ہی جدا ہو جانا

صورت قفل ابجد سے یعنے قفل ابجد کی مانند قفل ابجد کیطرح ۔ اس شعر مین بات کے بننے سے وصل کی بات بننا مراد ہے ۔ اور قائل کا مقصود یہہ ہے کہ جب وصل کی بات بنگئی تو مین معشوق سے جدا ہوگیا جو میرے لئے کمال تیرہ بختی اور نہایت بدقسمتی ہے ۔

دل ہو کشمکش چارۂ زحمت میں تمام	مٹ گیا گھسنے میں اس عقدہ کا وا ہو جانا

چونکہ عقدہ چھوٹی چیز ہوتی ہے لہذا گھسنے سے مٹ جاتی ہے۔ جب مٹ گئی تو اسکا وجود نہ ہا گویا وا ہو گئی۔ شاعر نے عقدہ کے مٹ جانے کو وا ہونا یعنے کہلانا قرار دیا ہے۔ دل کو عقدہ کے ساتھہ تشبیہ ہے۔ دل مشبہ اور عقدہ مشبہ بہ۔ زحمت سے وہ زحمت دل مراد ہے جو فراق یار کیوجہ سے یا عشق بالا کے سبب سے تھی۔ تمام ہونا = مرجانا مصرع ثانی میں دل کی تمثیل ہے عقدہ کے ساتھہ۔ عقدہ = یعنے گرہ۔ شعر کا مطلب ظاہر ہے یعنے ہمارا دل زحمت عشق کی تدبیر اور چارہ گری میں مصروف ہوا۔ مگر اس چارہ گری میں ہمارے دل کو کچھہ ایسی کشمکش اور کشاکش ہوی کہ بیچارہ دل خود ہلاک ہو گیا۔ تو معلوم ہوا کہ دل ایک گرہ کی مانند تھا اور کشمکش چارہ گھسنے کے ساتھہ مشابہت رکھتی تھی اسی لئے دل کشمکش میں معدوم ہو گیا اور جب دل معدوم ہو گیا یعنے مٹ گیا تو گویا چارہ گری میں کامیاب ہوا اور تدبیر کرچکا گرہ کی مانند کہ جب گھسنے میں مٹ گئی تو گویا کھل گئی۔ اور مٹ جانا ہی مطلوب تھا کیونکہ ہم گرہ کو کھولنا چاہتے تھے۔ جب گرہ مٹ گئی تو وا ہو گئی اور مقصود حاصل ہو گیا اس شعر کا مصرع ثانی یعنے مصرع مٹ گیا گھسنے میں اس عقدہ کا وا ہو جانا۔ مطلع کے مصرع ثانی کے ساتھہ یعنے مصرع درد کا حد سے گذرنا ہے دوا ہو جانا۔ ملتا ہوا ہے اور دونوں مصرعوں کا مضمون قریب قریب واقع ہوا ہے۔ وا ہو جانا = کہل جانا۔ کشادہ ہو جانا۔ وا کرنا۔

اسکا متعدی ہے -

اسقدر دشمن ارباب وفا ہو جانا	اب جفا سے بھی ہین محروم ہم اللہ اللہ

اب = یعنے زمانہ موجودہ مین - جفا = ظلم و ستم - محروم = حرمان زدہ بے نصیب = اللہ اللہ = اس مقام پر تعجب و تحیر کیواسطے آیا ہے - بھی = شرکت کیواسطے آتا ہے - اسقدر = یہان اشارہ طرف زیادتی اور افزونی کے ہے یہہ لفظ مقدار اور اندازہ بتلانے کے لئے آتا ہے اور اِتنا کا مترادف ہے ارباب وفا = وفا کے پالنے والے یعنے عاشقان صادق - ارباب کا واحد رب ہے دشمن = یہہ لفظ دُش اور من سے مرکب ہے - دش کے معنے بُرا اور زشت آئے ہین اور من بمعنی دل آیا ہے - جو شخص دل زشت رکھتا ہو اُسکو دشمن کہتے ہین - دشمن یعنے بددل و بدخواہ اور ایک دوسرے کی ضد - یہہ لفظون کے معنے ہوے مگر یہان زیادہ تر قابل ذکر یہہ بات ہے کہ مرزا کا یہہ شعر نظیری نیشاپوری رح کے اس شعر سے ملتا ہوا بلکہ ماخوذ ہے ؎ شمع بے شعلہ بہ پروانہ فرستاد آن دوست * کہ بنام روان کرد و عتابے نہ نوشت * اور موسوی خان فطرت رح فرماتے ہین ؎ در تمناے جفائے خویش کشتن صید را * اختراع مہربانی ہاے صیاد من است * یعنے معشوق جفا بھی نہین کرتا ہے - اور معشوق نے اس لئے ترک جفا کی ہے کہ عاشقان صادق کو جفا ہی معشوق مین بھی مزہ آتا ہے - کیونکہ جفا ہی ہے تو اُسی کی جفا ہے اور اپنے محبوب کیطرف سے ہے

بس اسی ایک نسبت سے عاشقان صادق عین جور و جفا مین مزے اوڑاتے ہین اور کہتے ہین کہ ہم یہی اُن کی جفا کے سزاوار ہوے جب معشوق جفا پیشہ کو یہہ بات معلوم ہوگئی تو اُس نے جفا کرنا ہی ترک کر دیا ۔

ضعف سے گریہ مبدّل بہ دم سرد ہوا	باور آیا ہمین پانی کا ہوا ہو جانا

جب تک ہمکو طاقت اور قوّت تھی تب تک ہم روتے تھے اور گریہ کرتے تھے جب ہماری قوّت اور طاقت جاتی رہی اور ضعف و ناتوانی آگئی تو اب ہم ٹھنڈی آہین کرنے لگے ۔ اس شعر سے یہہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رونے کیلئے طاقت چاہیئے اور ضعف کی حالت مین آہ کہتے ہین ۔ دم ۔ بمعنی آہ اور سرد اوسکی صفت ہے حکما جو کہتے ہین کہ پانی ہوا بنکر اُڑ جاتا ہے تو ہمکو اپنی اس حالت سے یعنے زوال گریہ و عروج آہ سے باور آیا یعنے یہہ بات صحیح ہے ظاہر ہے کہ گریہ پانی اور آہ ہوا ہوتی ہے ۔

دل سے مٹنا تری انگشت حنائی کا خیال	ہوگیا گوشت سے ناخن کا جدا ہو جانا

مٹنا = محو ہونا ۔ زائل ہونا ۔ انگشت حنائی = حنائی مین جو (یا) ہے یہہ یاے نسبتی ہے ۔ انگشت حنائی یعنے حنا والی انگشت ۔ وہ انگشت جو مہندی کے رنگ سے سرخ ہو ۔ اس شعر مین انگشت کے معنے ہاتھہ اور پنجہ کے ہین از روی قاعدہ مجاز مرسل یعنے استعمال جزو بجای کُل درست ہے خیال = بالکسر تصور و گمان ۔ اس لفظ کی حرکت مین اختلاف ہے اکثر صاحبان

لغت لکھتے ہین کہ بالفتح ہے مگر فارسی والے بالکسر بولتے ہین - اور قوت متخیلّہ کو بھی خیال کہتے ہین - جدا ہو جانا علیحدہ ہو جانا - الگ ہو جانا -

ہے مجھے ابر بہاری کا برس کر کھلنا
روتے روتے غم فرقت مین فنا ہو جانا

ابر بہاری = بہاری مین جو (یا) ہے یہہ یای نسبتی ہے - مجھے = یعنے میرے لئے - روتے روتے = اسم حالیہ ہے - مرزا نے اس ایک چھوٹی سی غزل مین فنا ہو جانیکا مضمون تین جگہہ باندھا ہے (۱) عشرت قطرہ ہے دریا مین فنا ہو جانا (۲) دل ہوا کشمکش چارۂ زحمت مین تمام (۳) روتے روتے غم فرقت مین فنا ہو جانا - شعراے قدیم ایک ہی غزل مین تکرار مضمون اور تکرار قافیہ کو ناجایز جانتے تھے مگر متاخرین کے پاس جائز ہے - بلکہ ایک مضمون کو کئی طرح سے ادا کرنا اور ایک قافیہ کو کئی طور سے باندھنا خواہ ایک غزل مین ہو خواہ متعدد غزلون مین ہو مگر تازہ اور عمدہ اسلوب سے ہو تو اُسکو کمال سمجھتے ہین -

گر نہین نکہت گل کو ترے کوچے کی ہوس
کیون ہے گرد رہ جولان صبا ہو جانا

یعنے نکہت گل کو تیرے کوچہ مین آنے کی ہوس ہے - اس شعر مین کوچۂ معشوق کی تعریف و توصیف ہے یعنے کوچۂ معشوق ایسا معطر و معنبر و غیرت گلستان و رشک باغ و بوستان ہے کہ نکہتِ گل کو بھی وہان آنیکی ہوس لگی ہوی ہے - ظاہر ہے کہ نکہتِ گل نہایت لطیف اور مفرح چیز ہے جسکے سب شائق ہین -

تاکہ تجھ پر کھلے اعجاز ہوائی صیقل	دیکھہ برسات مین سبز آئینہ کا ہو جانا

یعنے صفاے باطن سے آدمی کو سرسبزی اور نجاتِ آخرت حاصل ہوتی ہے یہان صیقل کے مجازی معنے یعنے صفاے باطن مراد ہین - کھلے = یعنے ظاہر ہووے اور یہہ لفظ آئینہ کے ساتھہ مناسبت رکھتا ہے کیونکہ آئینہ کشادہ اور کھلا ہوا ہوتا ہے - لفظ ہوا اور برسات اور سبز صنعتِ مراعات النظیر ہے یہان ہوا بمعنی آرزو و تمنا آیا ہے اور حقیقی معنون کے لحاظ سے برسات کے ساتھہ مناسبت رکھتا ہے - آئینۂ فولادی کا سردی سے زنگ بستہ ہو جانا ایک معمولی بات ہے - اسکو مرزا صاحب نے جو اعجاز کہا ہے یہہ محلِ تامل ہے کیونکہ اعجاز کی تعریف یہہ نہین ہے -

بخشے ہے جلوۂ گل ذوقِ تماشا غالب	چشم کو چاہیے ہر رنگ مین وا ہو جانا

جب چشم ہر رنگ مین وا ہو جاویگی تو اُسکو وحدۃ الوجود کا نظارہ حاصل ہوگا اور ہر رنگ مین اُسی کو یعنے ذاتِ باری تعالی کو دیکھے گی - یہہ علم تصوف کے خبطیات ہین جو شریعتِ محمدی علیہ الصلوۃ والسلام اور دینِ آسمانی کے برخلاف ہین اور ہمہ اوست کا مسئلہ شریعت غرای محمدی علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس نامقبول ہے منصور اور سرمد کا قصہ مشہور ہے کہ یہہ دونون انہین لغویات کیوجہ سے صاحبان شریعت کے حکم اور فتوے سے قتل ہوے غالب = منادی یعنے اے غالب - بخشے ہے = اب متروک ہے اسکی جگہہ مین بخشتا ہے یا بخشیگا کہتے ہین - وا ہو جانا = کھل جانا -

مرزا صاحب نے آنکھہ کی جگہہ چشم اسوجہ سے کہاہے کہ اُن کی طبیعت زبان فارسی
کی دلدادہ ہے اور دوسری وجہ خاص یہہ ہے کہ اس مقام پر چشم کا لفظ
بہ نسبت آنکھہ کے زیادہ تر خوشنما معلوم ہوتاہے کیونکہ یہان لفظ چشم پر زور
دیکر پڑہنے سے تاکید کے معنے پیدا ہوتے ہین اور یہہ موقع تاکید کا ہے
بہرحال یہان آنکھہ سے لفظ چشم بہتر ہے کیونکہ فصاحت وجدانی امر ہے
اور یہان لفظ چشم کا استعمال مقتضاے فصاحت ہے -

خاتمۃ الطبع از طرف مصنف

[illegible] تعالی کہ اس شرح کا پہلا حصہ ختم ہوا اور میری کوشش ور میرے
مال سے مطبع فخر نظامی واقع حیدر آباد دکن مین چھپ گیا - امید ہے
کہ اسکے دوسرے دو حصے بھی بہت جلد شائع ہون گے مگر صرف میری
کوشش اور میرا مال کہانتک مکتفی ہو سکتا ہے - جب تک امراے ذیعزت
اور حکام با فخر و مرتبت توجہ نکرین امید نہین کہ دوسرے حصے شایع ہوسکین
کیونکہ فارسیون کا قول ہے ؎ مرا تجربہ معلوم شد بس از سی سال
کہ قدر مرد بعلم است و قدر علم بمال ٭ بہرحال دوسرے حصون کی چھپوانے
مین خاکسار سعی کریگا کیونکہ اس کام مین زبان اُردو اور شعر و سخن کی